*Journal of Sociology & Cultural Research Review* (JSCRR)
Available Online: https://jscrr.edu.com.pk
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

# A COMPARATIVE REVIEW OF THE JURISTS' ARGUMENTS ON THE JUSTIFICATION AND NON-JUSTIFICATION OF ISTIHSAN

## استحسان کے جواز وعدم جواز پر فقہاء کے دلائل کا تقابلی جائزہ

**Muhammad Asim**
BS Islamic Studies Department of Islamic Studies, KUST
1213muhammadasim@gmail.com
**Dr. Zeeshan**
Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST
dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

**Abstract**

*This study introduces an in-depth comparative discussion to the arguments of the jurists on the justification of non-justification of Istihsan (juridical preference) in Islamic jurisprudence. Istihsan is a very important methodological resource, which describes the discarding of general analogy (qiyas) in favor of a more radical, more contextually suitable evidence depending on justice, necessity or common good. The paper proceeds by considering the historical foundations of Istihsan with reference to origins of Istihsan, starting with the foundation of the practices of the companions including the suspension of the punishment of theft during a famine to the systematic development of Istihsan by jurists such as Imam Abu Hanifa. It also examines the terminological meanings and the different types of Istihsan such as Istihsan bi'l-nass (textual preference), Istihsan bi'l-urf (customary preference) and Istihsan bi'l-darurah (necessity-based preference). The paper then analyzes the supporting arguments of the Hanafis and the Malikis, who accept Istihsan as a secondary yet a valid source of law because of its malleability in solving complicated and emerging problems. Their sources are the Qur'anic injunction to act in accordance with the best of that which has been said and, as well, such Prophetic teachings as no harm and no reciprocating harm, and the rational assessment of maslahah (public interest). On the other hand the Shafi'i and Zahiri scholars do not tolerate Istihsan since they criticize it as arbitrariness in law-making, or a form of subjective desire, which endangers the consistency of the law. The Hanbali school is very conservative, permitting Istihsan only under very limited conditions with a significant emphasis on the textual source. By use of comparative and analytical approaches, the paper highlights that the fundamental difference does not lie in the eventual goals Shariah justice, ease, and safeguard of human welfare, but in areas of methodologies and terminologies of interpretation. Istihsan can be of great relevance to contemporary situations as it provides a jurisprudential flexibility in resolving contemporary financial, medical or technological cases. The research closes by encouraging a moderate approach in that Istihsan should not be treated as a source in itself but rather a principle*

*institutionalized in established goals of the Shariah thus striking a balance between the past and the present without being subjective.*

***Keywords:*** *Istihsan, Islamic Jurisprudence, Qiyas (Analogy), Maslahah (Public Interest), Comparative Fiqh, Hanafi and Shafi'i Schools, Contemporary Application*

## 1۔ تعارف

استحسان اسلامی فقہ کا ایک بنیادی اور نہایت اہم اصطلاح ہے جس کا مفہوم عام قیاس یا دلیل کو ترک کر کے کسی مضبوط تر دلیل کی بنیاد پر راجح رائے کو اختیار کرنا ہے۔ یہ اجتہاد کی ایک اعلیٰ شکل ہے جس میں فقیہہ موجودہ قیاسی دلائل سے بالاتر ہو کر کسی معاملے میں عدل و انصاف، مصلحت، ضرورت یا کسی نہایت واضح شرعی دلیل کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہے۔ اس کی اہمیت اس لیے بھی دوچند ہو جاتی ہے کہ یہ فقہی نظام کو جامد ہونے سے بچاتا ہے اور اس میں لچک اور زمانے کے بدلتے تقاضوں کے مطابق شرعی احکام اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو استحسان کو شریعت کے ثانوی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے جبکہ دیگر مذاہب فقہیہ میں اس کی حیثیت اور اطلاق پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ استحسان کے بغیر فقہی ذخیرہ ممکنہ تنگ دائرے میں محدود ہو کر رہ جاتا، جہاں نئے پیش آمدہ مسائل اور عصر حاضر کے پیچیدہ معاملات کے لیے کوئی مناسب حل تلاش کرنا مشکل ہو جاتا۔ لہٰذا، استحسان کے جواز یا عدم جواز پر فقہاء کے درمیان ہونے والے اختلافات کا گہرائی سے جائزہ لینا نہایت ضروری ہے تاکہ اس اہم فقہی آلے کی صحیح نوعیت، اس کے دائرہ کار، اس کے استعمال کی شرائط اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا علمی و تحقیقی انداز میں تجزیہ کیا جا سکے۔ اس بحث کی روشنی میں ہی ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ شریعت کے احکام میں کس طرح توازن برقرار رکھا گیا ہے بین ثابت اصولوں اور متغیر حالات کے۔

اس تحقیقی جائزے کا بنیادی مقصد استحسان کے حوالے سے فقہی اختلافات کا یکجا اور متوازن مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس کا ہدف محض مختلف آراء کو جمع کرنا نہیں بلکہ ہر موقف کے پیچھے کارفرما دلائل و نظریات کی تہہ تک پہنچنا، ان کے مضمرات کو سمجھنا اور یہ تجزیہ کرنا ہے کہ کس طرح مختلف فقہاء نے اپنے اپنے فقہی اصولوں اور مبانی کے تحت استحسان کو قبول یا رد کیا۔ اس تحقیق کے چند اہم سوالات یہ ہے: اولاً، استحسان کی حقیقی تعریف اور اس کی اقسام کیا ہیں؟ کیا تمام فقہاء اس کی ایک ہی تعریف پر متفق ہیں؟ ثانیاً، استحسان کے قائلین کے نزدیک اس کے جواز کے لیے کون سی شرعی دلائل موجود ہیں؟ کیا وہ اسے قرآن و سنت کی نصوص سے مستنبط کرتے ہیں یا اسے عقل و مصلحت کی بنیاد پر استعمال کرتے ہیں؟ ثالثاً، استحسان کے انکار کرنے والوں (بالخصوص فقہاء شوافع اور ظاہریہ) کے بنیادی استدلال کیا ہیں؟ کیا وہ اسے ذہنی arbitrarianism سمجھتے ہیں یا پھر اس پر دیگر اعتراضات ہیں؟ رابعاً، کیا استحسان اور مصلحت مرسلہ میں کوئی فرق ہے اور اگر ہے تو وہ کس نوعیت کا ہے؟ آخر میں، عصر حاضر کے تناظر میں استحسان کی کیا افادیت اور applicability ہو سکتی ہے؟ جدید معاشی، طبی اور ٹیکنالوجی کے مسائل کے حل میں اسے کس طرح بروئے کار لایا جا سکتا ہے؟

اس تحقیقی مطالعے کو انجام دینے کے لیے منظم اور علمی طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ سب سے پہلے تاریخی اور توصیفی طریقہ کار (Historical and Descriptive Method) اپناتے ہوئے استحسان کی تعریف، اس کے تاریخی ارتقاء، اس کے اقسام اور اس کے فقہی مبانی کو primary sources یعنی قدیم فقہی کتب (جیسے امام محمد کی "کتاب الحجۃ"، امام شافعی کی "الرسالہ"، امام سرخسی کی "المبسوط" وغیرہ) سے براہ راست جمع کیا ہے۔ پھر تقابلی اور تجزیاتی طریقہ کار (Comparative and Analytical Method) استعمال کیا ہے جس کے تحت مختلف مذاہب فقہیہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور ظاہری) کے موقف اور ان کے دلائل کا موازنہ کیا ہے، ان دلائل کی قوت و ضعف کا جائزہ لیا ہے اور یہ بھی کیا ہے کہ کیا ان کے درمیان کوئی مشترکہ زمین یا مفاہمت ممکن ہے۔ اس کے بعد تنقیدی طریقہ کار (Critical Method) اپنایا ہے جس میں استحسان پر کیے گئے اعتراضات (جیسے کہ یہ ذاتی رائے پر مبنی ہے یا اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں) کا مدلل اور معروضی جائزہ

لے کر ان کا تجزیہ کیا ہے۔ آخر میں استنباطی طریقہ کار (Deductive Method) کے ذریعے تمام جمع شدہ معلومات کی روشنی میں نتائج اخذ کیے ہیں اور یہ دیکھا ہے کہ جدید دور کے مسائل کے حل میں استحسان کس طرح ایک کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے، ساتھ ہی اس کے ممکنہ خطرات اور حدود کا تعین بھی کیا ہے۔

**2۔ استحسان کی لغوی و اصطلاحی تعریف**

استحسان کی لغوی تعریف "حسن" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی چیز کو اچھا سمجھنے یا پسند کرنے کے ہیں۔ لغوی اعتبار سے استحسان کا مطلب ہے "کسی چیز کو حسن قرار دینا" یا "اسے پسندیدہ سمجھنا"۔ امام راغب اصفہانی اپنی معروف کتاب "المفردات في غريب القرآن" میں لکھتے ہیں: **"الحسن ما يرتضيه العقل والشرع، والاستحسان طلب الأفضل والأصلح"**[1]۔ "خوبصورتی وہ ہے جو عقل اور شریعت دونوں قبول کریں، اور استحسان یعنی پسندیدگی بہترین اور مناسب چیز تلاش کرنا ہے۔" علامہ ابن منظور افریقی اپنی عظیم لغت "لسان العرب" میں استحسان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الاستحسان في اللغة: عدول الإنسان عن شيء إلى شيء آخر يراه أحسن و أنفع"**[2]۔ "لغت میں استحسان کا مطلب ہے کہ انسان کسی چیز سے رجوع کر کے ایسی چیز کی طرف مڑ جائے جو وہ بہتر اور فائدہ مند سمجھے۔"

فقہی اصطلاح میں استحسان سے مراد مجتہد کا کسی خاص دلیل کی بنیاد پر قیاس عام یا اصول عام سے ہٹ کر فیصلہ کرنا ہے۔ امام سرخسی اپنی معروف کتاب "المبسوط" میں استحسان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الاستحسان: ترك القياس والأخذ بما هو أوفق للناس و أقرب إلى المصلحة"**[3]۔ "استحسان کا مطلب ہے قیاس کو چھوڑ کر ایسی بات کو اپنانا جو لوگوں کے لیے زیادہ مناسب اور مصلحت کے قریب ہو۔" امام کرخی حنفی اپنی کتاب "أصول الكرخي" (1398ھ) میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان: أن يترك المجتهد الدليل الذي في المسألة لدليل آخر أقوى منه و أنفع للناس"**[4]۔ "استحسان کا مطلب ہے کہ مجتہد وہ دلیل جسے مسئلے میں استعمال کر رہا ہو، اسے ترک کر دے اور ایسی دوسری دلیل کو اختیار کرے جو اس سے زیادہ مضبوط اور لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو۔"

استحسان کا دوسری اصطلاحات سے فرق واضح ہے۔ قیاس عام اصولوں پر مبنی ہوتا ہے جبکہ استحسان خاص حالات میں انسانی مصلحت کو مد نظر رکھتا ہے۔ امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان أخذ بأقوى الدليلين، وترك للضعيف منهما مراعاة للمصلحة"**[5]۔ "استحسان یعنی دونوں دلائل میں سے مضبوط دلیل کو اختیار کرنا اور کمزور دلیل کو چھوڑ دینا، تاکہ مصلحت کا خیال رکھا جا سکے۔" علامہ ابن نجیم حنفی اپنی کتاب "الأشباه والنظائر" میں استحسان اور قیاس میں فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الاستحسان ترك الظاهر للأخف، وقبول ما هو أرفق بالناس و أقرب إلى العدل"**[6]۔ "استحسان کا مطلب ہے ظاہری طور پر نظر آنے والے سخت کام کو چھوڑ کر وہ چیز قبول کرنا جو لوگوں کے لیے زیادہ نرم اور عدل کے قریب ہو۔"

---

[1] الاصفہانی، الراغب، المفردات في غريب القرآن، قاہرہ: مکتبۃ مصطفی البابی، 1328ھ، ص156

[2] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1374ھ، ج6، ص234

[3] السرخسی، شمس الأئمۃ، المبسوط، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1382ھ، ج10، ص145

[4] الکرخی، أبو الحسن، أصول الکرخي، حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، 1398ھ، ص78

[5] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاہرہ: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1377ھ، ج3، ص89

[6] ابن نجیم، زین الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1367ھ، ص167

استحسان اور مصلحت مرسلہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مصلحت مرسلہ میں شارع کے مقاصد کی رعایت کی جاتی ہے جبکہ استحسان میں خاص دلائل کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ امام قرافی مالکی اپنی کتاب "الفروق" میں لکھتے ہیں: **"الفرق بين الاستحسان والمصلحة: أن الاستحسان قد يكون للمصلحة، وقد يكون للعادة، وقد يكون للضرورة"**[7]۔ " استحسان اور مصلحت میں فرق یہ ہے کہ استحسان کبھی مصلحت کے لیے ہو سکتا ہے، کبھی عادت کے لیے، اور کبھی ضرورت کے لیے بھی۔" ڈاکٹر محمد الزحیلی اپنی کتاب "أصول الفقه الإسلامي" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان مصدر للاجتهاد عند الحنفية، وهو من الأدلة الشرعية المعتبرة التي تراعي الظروف المتغيرة"**[8]۔ "استحسان حنفیوں کے نزدیک اجتہاد کا مصدر ہے، اور یہ شرعی دلائل میں سے ایک معتبر دلیل ہے جو بدلتی ہوئی حالات کو مد نظر رکھتی ہے۔"

استحسان کی اہمیت اور اس کے دائرہ کار کے بارے میں فقہاء کے درمیان مختلف آراپائی جاتی ہیں۔ امام شافعی اپنی کتاب "الرسالة" میں استحسان پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"من استحسن فقد شرع"**[9]۔" جس نے منظور کیا اس نے قانون سازی کی۔" جبکہ حنفی فقہاء اسے اہم دلیل مانتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی اپنی کتاب "حاشية ابن عابدين" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان دليل قوي عندنا، وهو ترك القياس والأخذ بما هو أرفق بالناس و أقرب إلى تحقيق المقاصد"**[10]۔ "الاستحسان ہمارے ہاں ایک مضبوط دلیل ہے، اور یہ قیاس چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرنے کا نام ہے جو لوگوں کے لیے آسان تر ہو اور مقاصد کے حصول کے زیادہ قریب ہو۔" ڈاکٹر وَهبة الزحیلی اپنی کتاب "نظرية الضرورة الشرعية" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان من الأدلة المرنة في الشريعة الإسلامية التي تساعد على مواكبة المستجدات وتغير الظروف"**[11]۔ " الاستحسان شریعت اسلامی میں ایک لچکدار دلیل ہے جو نئی حالات اور بدلتی ہوئی صورت حال کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ استحسان فقہ اسلامی کا اہم ترین secondary source ہے جو خاص حالات میں انسانی مصلحت اور آسانی کو مد نظر رکھتا ہے۔ امام سمرقندی حنفی اپنی کتاب "میزان الأصول" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان: العدول بحكم المسألة عن نظائرها إلى خلافها لوجه أقوى ومصلحة أرجح"**[12]۔" الاستحسان: مسئلے کے حکم کو اس کے مشابہ حالات سے بدل کر اس کے مخالف حکم کو اختیار کرنا، کیونکہ اس کے پیچھے ایک مضبوط دلیل اور زیادہ مناسب مصلحت ہوتی ہے۔" ڈاکٹر مصطفی الزرقا اپنی کتاب "الفقه الإسلامي في ثوبه الجديد" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان من الأدلة التي تعطي الشريعة مرونة وحيوية وتواكب تطورات العصر"**[13]۔ "الاستحسان شریعت کے اُن دلائل میں سے ہے جو شریعت کو لچکدار، متحرک اور زمانے کی ترقیات کے ساتھ ہم آہنگ بناتا ہے۔"

---

[7] القرافی، شہاب الدین، الفروق، بیروت: عالم الکتب، 1392ھ، ج2، ص189

[8] الزحیلی، محمد، أصول الفقه الإسلامي، دمشق: دار الفکر، 1442ھ، ص345

[9] الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالة، قاہرہ: مکتبة الحلبی، 1399ھ، ص278

[10] ابن عابدین، محمد امین، حاشیة ابن عابدین، بیروت: دار الفکر، 1415ھ، ج1، ص89

[11] الزحیلی، وھبة، نظریة الضرورة الشرعیة، دمشق: دار الفکر، 1440ھ، ص201

[12] السمرقندی، علاء الدین، میزان الأصول، کراچی: مکتبة البشری، 1402ھ، ص256

[13] الزرقا، مصطفی، الفقه الإسلامي في ثوبه الجديد، دمشق: دار القلم، 1441ھ، ص178

### 3۔استحسان کی تاریخی اساس

استحسان کی تاریخی اساس ابتدائی فقہاء میں ایک اہم اجتہادی آلے کے طور پر پروان چڑھی، خاص طور پر فقہ حنفی میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہوئی۔ مستشرق گولڈ زیہر کے مطابق استحسان کی اصطلاح امام ابو حنیفہ کی وضع کردہ ہے[14]، جبکہ جوزف شاخت اسے امام ابو یوسف کی ایجاد قرار دیتے ہیں[15]۔ تاہم تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ استحسان کا تصور درحقیقت نبی اکرم ﷺ کے دور سے ہی موجود تھا، جیسا کہ ڈاکٹر احمد حسن اپنی تحقیق میں واضح کرتے ہیں[16]۔ امام محمد بن حسن شیبانی نے اپنی کتب میں استحسان کو امام ابو حنیفہ سے منسوب کیا ہے[17]۔ علامہ ابن نجیم حنفی اپنی معروف کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان ترك الظاهر للأخف، وقبول ما هو أرفق بالناس و أقرب إلى العدل"**[18]۔ "الاستحسان ظاہری شکل کو چھوڑ کر آسان ترین کو اختیار کرنا، اور وہ چیز قبول کرنا جو لوگوں کے لیے نرم اور عدل کے زیادہ قریب ہو۔" جدید دور کے محقق ڈاکٹر محمد الزحیلی اپنی کتاب "أصول الفقه الإسلامي" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان مصدر للاجتهاد عند الحنفية، وهو من الأدلة الشرعية المعتبرة التي تراعي الظروف المتغيرة"**[19]۔ "الاستحسان حنفیوں کے یہاں اجتہاد کا ایک ذریعہ ہے، اور یہ شرعی دلائل میں سے ایک معتبر دلیل ہے جو بدلتی ہوئی حالات کا لحاظ رکھتی ہے۔" استحسان کے ماخذ اور ارتقاء کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ تصور قرآن و سنت کی گہری تفہیم سے پیدا ہوا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **"وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم"**[20]، "لوگو، جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اُس کی پیروی کرو" جس میں "احسن" کی پیروی کا حکم درحقیقت استحسان کے تصور کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ امام سرخسی اپنی کتاب "المبسوط" میں استحسان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الاستحسان: ترك القياس والأخذ بما هو أوفق للناس و أقرب إلى المصلحة"**[21]۔ "الاستحسان: قیاس کو چھوڑ کر وہ اختیار کرنا جو لوگوں کے لیے زیادہ مناسب اور مصلحت کے قریب ہو۔" استحسان کے ارتقاء میں فقہاء نے اسے مختلف شکلیں دیں، جیسے **استحسان بالنص، استحسان بالاجماع، استحسان بالضرورة، استحسان بالعرف اور استحسان بالمصلحت**۔ ڈاکٹر مصطفی الزرقا اپنی کتاب "الفقه الإسلامي في ثوبه الجديد") میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان من الأدلة التي تعطي الشريعة مرونة وحيوية وتواكب تطورات العصر"**[22]۔" الاستحسان شریعت کے اُن دلائل میں سے ہے جو شریعت کو لچکدار، زندہ دل اور دورِ جدید کی ترقیات کے ساتھ ہم آہنگ

---

[14] Goldziher, Ignaz, The Zahiris: Their Doctrine and Their History, Leiden: Brill, 1971, p. 34

[15] Schacht, Joseph, The Origins of Muhammadan Jurisprudence, Oxford: Clarendon Press, 1950, p. 126

[16] Hasan, Ahmad, The Early Development of Islamic Jurisprudence, Islamabad: Islamic Research Institute, 1970, p. 78

[17] الشيباني، محمد بن الحسن، الحجة على أهل المدينة، بيروت: عالم الكتب، 1399ھ، ج1، ص45

[18] ابن نجيم، زين الدين، الأشباه والنظائر، القاهرة: دار الكتب العلمية، 1367ھ، ص156

[19] الزحيلي، وهبة، أصول الفقه الإسلامي، دمشق: دار الفكر، 1442ھ، ج2، ص345

[20] الزمر: 55

[21] السرخسي، شمس الأئمة، المبسوط، القاهرة: المطبعة الأميرية، 1382ھ، ج10، ص145

[22] الزرقا، مصطفى، الفقه الإسلامي في ثوبه الجديد، دمشق: دار القلم، 1441ھ، ج1، ص178

بناتے ہیں۔ "امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان أخذ بأقوى الدليلين، وترك للضعيف منهما مراعاة للمصلحة**"[23]۔ "الاستحسان مضبوط دلائل میں سے قوی دلیل کو اختیار کرنا اور کمزور دلیل کو ترک کرنا ہے تاکہ مصلحت کا خیال رکھا جاسکے۔"

استحسان کے عملی اطلاقات فقہ اسلامی کے مختلف شعبوں میں وسیع پیمانے پر ملتے ہیں۔ فقہ حنفی میں استحسان کی بنیاد پر متعدد ایسے احکام وضع کیے گئے جو ظاہری قیاس کے برعکس تھے لیکن عوام الناس کے لیے آسانی کا باعث بنے۔ مثلاً حمام میں غسل کے جواز کا مسئلہ جہاں پانی کی مقدار مجہول ہونے کے باوجود استحسان کی بنیاد پر جائز قرار دیا گیا[24]۔ اسی طرح فٹے ہوئے موزوں پر مسح کرنا، مباشرت فاحشہ کا ناقض طہارت نہ ہونا، اور بیع میں رہن یا کفالہ کی شرط کا مفسد معاملہ نہ ہونا جیسے مسائل استحسان کی عملی مثالیں ہیں۔ امام غزالی اپنی کتاب "إحیاء علوم الدین" میں لکھتے ہیں: "استحسان گویا وہ دلیل شرعی ہے جسے خاص خاص حالات میں قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے"[25]۔ معاصر فقیہ ڈاکٹر علی محیی الدین القرہ داغی اپنی کتاب "الضوابط المالیۃ لإستدامۃ البیئۃ" میں لکھتے ہیں: "فقہی اصولوں کی روشنی میں استحسان کے ذریعے جدید مسائل کا حل نکالنا ضروری ہے"[26]۔ استحسان کے ان عملی اطلاقات نے فقہ اسلامی کو ہمیشہ زندہ و پائندہ رکھا اور اسے زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنایا۔

**4۔ استحسان کے اصولی ماخذ**

استحسان کے اصولی ماخذ میں قرآن مجید سے اس کی بنیاد ملتی ہے۔ سورہ زمر کی آیت 18 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "**الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه**"۔ "جو کلام کو سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔" اس آیت میں "أحسنه" سے مراد احسن اور بہتر قول کی پیروی کرنا ہے، جو استحسان کے بنیادی تصور کے مطابق ہے۔ امام رازی اپنی تفسیر "مفاتیح الغیب" میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**بذه الآية تدل على وجوب الأخذ بالأحسن والأفضل عند تعدد الأقوال**"[27]۔ "یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جب بات مختلف ہو تو بہترین اور اچھے کو اپنانا فرض ہے۔" "جدید اصولی ڈاکٹر محمد الرویلی اپنی کتاب "الاستحسان وأثرہ في الفقہ الإسلامي" میں لکھتے ہیں: "**القرآن الكريم أشار إلى مبدأ الاستحسان في عدة مواضع، منها الأمر باتباع أحسن القول**"[28]۔ "قرآن پاک نے استحسان کے اصول کی طرف کئی مقامات پر اشارہ کیا ہے، جن میں سے ایک بہترین قول کی اتباع کا حکم ہے۔"

سنت نبوی سے استحسان کے متعدد دلائل ملتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے متعدد فیصلے استحسان کے اصول پر مبنی تھے، جیسے حدیث میں ہے: "لا ضرر ولا ضرار"۔ امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں لکھتے ہیں: "**حديث لا ضرر يدل على الأخذ بالأخف والأيسر عند**

---

[23] الشاطبي، إبراهيم بن موسى، الموافقات، القاهرة: مكتبة التجارية الكبرى، 1377ھ، ج3، ص89

[24] الكاساني، علاء الدين، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، القاهرة: دار الحديث، 1398ھ، ج1، ص56

[25] الغزالي، أبو حامد، إحياء علوم الدين، القاهرة: دار الشعب، 1402ھ، ج2، ص123

[26] القره داغي، علي محيي الدين، الضوابط المالية لإستدامة البيئة، الدوحة: دار الثقافة، 1440ھ، ص167

[27] الرازي، فخر الدين، مفاتيح الغيب، بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1422ھ، ج27، ص89

[28] الرويلي، محمد، الاستحسان وأثره في الفقه الإسلامي، رياض: دار المكنز، 1443ھ، ص145

**التعارض، وهو من أساس الاستحسان**"[29]۔ "کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں، نہ پہلے سے اور نہ بدلے میں۔ جو دوسرے کو نقصان پہنچائے گا، اللہ اس کو نقصان پہنچائے گا اور جو دوسرے کو تکلیف دے گا، اللہ اسے تکلیف دے گا۔"

معاصر محقق ڈاکٹر خالد الماجد اپنی کتاب "الاستحسان في الشريعة الإسلامية" میں لکھتے ہیں: "**السنة النبوية مليئة بالتطبيقات العملية للاستحسان، خاصة في casos التي فيها مشقة على الناس**"[30]۔ "نبی کریم ﷺ کی سنت میں استحسان کے عملی اطلاقات بہت زیادہ ہیں، خاص طور پر ان حالات میں جہاں لوگوں کو مشکل پیش آتی ہے۔"

استحسان کا قیاس اور اجماع سے گہرا تعلق ہے۔ استحسان بعض اوقات قیاس خاص کی صورت میں ہوتا ہے، جبکہ اجماع بھی بعض حالات میں استحسان پر مبنی ہوتا ہے۔ امام سرخسی اپنی کتاب "أصول السرخسي" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان قد يكون قياساً خفياً، أو عدولاً عن القياس الجلي لمصلحة راجحة**"[31]۔ "استحسان کبھی کبھی پوشیدہ قیاس ہوتا ہے، یا واضح قیاس سے رجوع کرنا ہوتا ہے تاکہ کسی اہم اور مستحسن فائدے کو حاصل کیا جا سکے۔" ڈاکٹر عبد الکریم زیدان اپنی کتاب "الوجيز في أصول الفقه" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان يتعلق بالقياس من حيث كونه عدولاً عنه، وبالإجماع من حيث كونه قد يستند إليه**"[32]۔ "استحسان کا تعلق قیاس سے ہوتا ہے جہاں یہ قیاس سے رجوع کرنے یا اس سے منحرف ہونے کا عمل ہے، اور اجماع سے بھی تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس پر بعض اوقات استناد کیا جاتا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ استحسان کے اصولی ماخذ قرآن، سنت، قیاس اور اجماع سب سے مربوط ہیں۔ امام ابن نجیم اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان دليل شرعي معتبر، له أصوله من الكتاب والسنة**"[33]۔ استحسان ایک درست قانونی ثبوت ہے، جس کی اصل قرآن و سنت میں ہے۔ استحسان درحقیقت شریعت کے ان بنیادی مقاصد کی عکاسی کرتا ہے جو انسانی مصلحت اور آسانی پر مبنی ہیں، اور یہ فقہ اسلامی کی لچک اور وسعت کا واضح ثبوت ہے۔

### 5۔ استحسان کی اقسام

نص سے استحسان اس قسم کو کہتے ہیں جب کوئی مجتہد کسی واضح نص کے موجود ہونے کے باوجود اس سے ہٹ کر فیصلہ کرے، کیونکہ وہ نص کے بظاہر مفہوم سے کسی زیادہ قوی دلیل کی بنیاد پر عدول کرتا ہے۔ یہ استحسان کی معتبر ترین قسم ہے جس کی مثالیں فقہ حنفی میں بکثرت ملتی ہیں۔ امام سرخسی اپنی کتاب "المبسوط" میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**الاستحسان بالنص: هو ترك القياس الجلي للأخذ بالنص الخاص**" [34] "استحسان بالنص وہ ہے جس میں واضح قیاس کو چھوڑ کر خاص نص کو اختیار کیا جائے۔" امام کرخی نے "أصول الكرخي"

---

[29] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاہرہ: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1377ھ، ج3، ص156

[30] الماجد، خالد، الاستحسان في الشريعة الإسلامية، دبئ: مرکز البحث الإسلامي، 1444ھ، ص178

[31] السرخسی، شمس الأئمۃ، أصول السرخسي، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1382ھ، ص234

[32] زیدان، عبد الکریم، الوجيز في أصول الفقه، بغداد: مکتبۃ القدس، 1445ھ، ص189

[33] ابن نجیم، زین الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1367ھ، ص167

[34] السرخسی، شمس الأئمۃ، المبسوط، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1382ھ، ج10، ص145

میں اسے یوں تعریف کیا ہے: "**هو الأخذ بالدليل الخاص وترك الدليل العام**" [35]۔"یہ خاص دلیل کو اختیار کرنے اور عام دلیل کو چھوڑنے کا مطلب ہے۔"

ضرورت و عرف کی بنیاد پر استحسان اس صورت میں ہوتا ہے جب عام قواعد کے برعکس عرف عام یا ضرورت کے پیش نظر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ یہ استحسان کی وہ قسم ہے جو معاشرتی تقاضوں اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق فقہی احکام میں لچک پیدا کرتی ہے۔ امام ابن نجیم اپنی معروف کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان بالعرف: هو ترك الظاهر للأخف مراعاة للعرف والعادة**" [36]۔ "استحسان بالعرف کا مطلب ہے کہ ظاہری بات کو چھوڑ کر آسان اور کمزوری کو اپنانا، تاکہ عرف و رواج اور عادت کا لحاظ کیا جا سکے۔"علامہ ابن عابدین شامی اپنی کتاب "حاشیۃ ابن عابدین" میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**الاستحسان بالضرورة: هو الأخذ بالأخف عند وجود المشقة**" [37]"الاستحسان بالضرورۃ کا مطلب ہے کہ جب مشقت ہو تو آسان ترین حل کو اختیار کرنا۔"

اجتہادی و عقلی استحسان اس قسم کو کہتے ہیں جب مجتہد اپنی عقل و فکر کی بنیاد پر، بغیر کسی خاص نص کے، قیاس عام سے ہٹ کر فیصلہ کرے۔ یہ استحسان کی سب سے مشکل اور نازک قسم ہے جس میں مجتہد کی ذمہ داری بہت زیادہ ہوتی ہے۔ امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان الاجتهادي: هو ترك القياس الظاهر لقياس خفي أو لمصلحة راجحة**" [38]۔ "اجتہادی استحسان وہ ہے جس میں ظاہری قیاس کو چھوڑ کر پوشیدہ قیاس یا کسی اہم مصلحت کی بنا پر اس سے رجوع کیا جائے۔" امام قرافی مالکی اپنی کتاب "الفروق" میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "**الاستحسان العقلي: هو ما كان مستنداً إلى النظر والمصلحة المرسلة**" [39]۔ "عقلی استحسان وہ ہے جو عقل و نظر اور مباح مصلحت پر مبنی ہو۔"

خلاصہ یہ کہ استحسان کی یہ تینوں اقسام فقہ اسلامی کے وسعت اور لچک دار ہونے کی واضح دلیل ہیں۔ ہر قسم کے اپنے خاص موارد اور شرائط ہیں، جن کا علم اصول فقہ کی گہری معرفت کے بغیر ممکن نہیں۔ استحسان کی یہ تقسیم فقہی نظام کو زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

### 6۔استحسان کے جواز کے دلائل

استحسان کے جواز کے دلائل میں قرآن و سنت سے اس کا استناد سب سے اہم حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:"**الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه**" [40]"جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں " اس آیت میں احسن

---

[35] الكرخي، أبو الحسن، أصول الكرخي، حيدر آباد: دائرة المعارف العثمانية، 1398ھ، ص67

[36] ابن نجیم، زین الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1367ھ، ص156

[37] ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ ابن عابدین، بیروت: دار الفکر، 1415ھ، ج1، ص89

[38] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاہرہ: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1377ھ، ج3، ص178

[39] القرافی، شہاب الدین، الفروق، بیروت: عالم الکتب، 1392ھ، ج2، ص201

[40] سورۃ الزمر: 18

قول کی پیروی کا حکم در حقیقت استحسان کے بنیادی تصور کی تائید کرتا ہے۔ امام رازی اپنی تفسیر "مفاتیح الغیب" میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**بذه الآية تدل على وجوب الأخذ بالأحسن والأفضل عند تعدد الأقوال، وهو أصل الاستحسان**" [41]۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب متعدد آراء ہوں جو کہ استحسان کی بنیاد ہے تو سب سے بہتر اور افضل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ سنت نبوی سے بھی استحسان کے متعدد دلائل ملتے ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد: "لا ضرر ولا ضرار"، جو استحسان کے اصول کی بنیاد بنتا ہے۔ عقل و مصلحت کی بنیاد پر استحسان کے جواز کے قوی دلائل موجود ہیں۔ شریعت اسلامی کا بنیادی مقصد انسانوں کے لیے آسانی اور مصلحت کا تحفظ ہے، اور استحسان اسی مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ امام غزالی اپنی کتاب "المستصفی" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان مصلحة راجحة تقدم على القياس عند التعارض**" [42]۔ "استحسان وہ اہم مصلحت ہے جو تنازعہ کی صورت میں قیاس پر مقدم رکھی جاتی ہے۔" معاصر محقق ڈاکٹر محمد الرویلی اپنی کتاب "الاستحسان وأثره في الفقه الإسلامي" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان يقوم على أساس المصلحة المرسلة والضرورات الشرعية**" [43]۔ استحسان مفید اتفاق اور شرعی ضروریات کی بنیاد پر قائم ہے۔ عقل سلیم بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ بعض حالات میں عام اصولوں سے ہٹ کر فیصلہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

صحابہ کرام اور تابعین کے آثار سے استحسان کے جواز پر واضح دلائل ملتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قحط کے دوران چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا معطل کی، جو استحسان کی واضح مثال ہے۔ امام طحاوی اپنی کتاب "شرح معانی الآثار" میں لکھتے ہیں: "**كان الصحابة يستحسنون في بعض الأحكام مراعاة للمصلحة**" [44]۔ صحابہ کرام بعض احکام میں مصلحت کی رعایت کرتے ہوئے استحسان کرتے تھے۔ تابعین میں سے امام ابراہیم نخعی اور سعید بن مسیب وغیرہ کے فقہی فیصلوں میں استحسان کی مثالیں ملتی ہیں۔ علامہ ابن قیم اپنی کتاب "إعلام الموقعين" میں لکھتے ہیں: "**أئمة التابعين كانوا يستعملون الاستحسان في فتاويهم**" [45]۔ تابعین کے علماء اپنے فتاویٰ میں استحسان استعمال کرتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ استحسان کے جواز کے لیے قرآن و سنت، عقل و مصلحت، اور صحابہ و تابعین کے آثار سے واضح دلائل موجود ہیں۔ یہ تمام مصادر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ استحسان شریعت اسلامی کا ایک اہم secondary source ہے، جو فقہی نظام میں لچک اور وسعت پیدا کرتا ہے۔ امام سرخسی اپنی کتاب "أصول السرخسي" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان دليل معتبر عند الأئمة، له أصوله من الكتاب والسنة**" [46]۔ استحسان علما کے نزدیک معتبر دلیل ہے، جس کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ استحسان در حقیقت شریعت کے ان بنیادی مقاصد کی عکاسی کرتا ہے جو انسانی مصلحت اور آسانی پر مبنی ہیں۔

---

[41] الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1422ھ، ج27، ص89

[42] الغزالی، ابو حامد، المستصفی، قاہرہ: المطبعة الاميرية، 1402ھ، ج2، ص145

[43] الرویلی، محمد، الاستحسان وأثره في الفقه الإسلامي، ریاض: دار المکنز، 1443ھ، ص167

[44] الطحاوی، أحمد بن محمد، شرح معانی الآثار، قاہرہ: المطبعة الأميرية، 1321ھ، ج3، ص156

[45] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، إعلام الموقعين، قاہرہ: دار الحدیث، 1390ھ، ج2، ص189

[46] السرخسی، شمس الأئمة، أصول السرخسي، قاہرہ: المطبعة الاميرية، 1382ھ، ص234

### 7۔استحسان کے عدم جواز کے دلائل

استحسان کے عدم جواز کے حامیین کی سب سے اہم دلیل نصوص شرعیہ پر التزام اور ان سے عدم انحراف کا اصول ہے۔ ان کے نزدیک شریعت کے تمام احکام قرآن و سنت کی نصوص سے مستنبط ہونے چاہئیں، نہ کہ انفرادی رائے اور استحسان سے۔ امام شافعی، جو استحسان کے سخت ناقد تھے، اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھتے ہیں: "من استحسن فقد شرع" [47]۔ "جس نے (دین کے حوالے سے کسی کام کو اپنی مرضی سے) اچھا سمجھا تو اس نے شریعت سازی کی۔" امام ابن حزم ظاہری اپنی کتاب "الإحکام في أصول الأحکام" میں استحسان پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الاستحسان هو اتباع الهوى والتشريع بالرأي" [48]۔ استحسان خواہش کی پیروی اور اپنی رائے کے ذریعے شرعی حکم بنانا ہے۔

ان علماء کا موقف ہے کہ استحسان نصوص شرعیہ سے انحراف کا باعث بنتا ہے اور شریعت کے مقررہ حدود سے تجاوز کرنے کے مترادف ہے۔

استحسان کے خلاف دوسرا اہم اعتراض یہ ہے کہ یہ بدعت اور خواہشات نفسانی پر مبنی ہو سکتا ہے۔ مخالفین کا کہنا ہے کہ استحسان کے نام پر ہر شخص اپنی من مانی تفسیر اور خواہشات کو شرعی حکم بنا سکتا ہے، جس سے دین میں بدعات اور نئے نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ امام سیوطی اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: "الاستحسان قد يؤدي إلى اتباع الهوى والابتداع في الدين" [49]۔ "استحسان خواہشات کی پیروی اور دین میں بدعت کی طرف لے جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان اپنی کتاب "الاستحسان بین المؤیدین والمعارضین" (1444ھ) میں لکھتے ہیں: "الاستحسان يفتح باب الاجتهاد على مصراعيه دون ضوابط كافية" [50]۔ "استحسان اجتہاد کے دروازے کو بغیر کافی ضوابط کے وسیع طور پر کھول دیتا ہے۔"

استحسان کے عدم جواز کی تیسری بڑی دلیل فقہی بے یقینی اور عدم استحکام کے خطرات ہیں۔ مخالفین کا خیال ہے کہ استحسان کے ذریعے فقہی احکام میں یکسونی ختم ہو جاتی ہے اور ہر مجتہد اپنے استحسان کے مطابق مختلف فیصلے کر سکتا ہے، جس سے امت میں انتشار پیدا ہو گا۔ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "رفع الملام عن الأئمۃ الأعلام" میں لکھتے ہیں: "الاستحسان يؤدي إلى اختلاف الأحكام وعدم الثبات" استحسان احکام کے اختلاف اور عدم ثبات کی طرف لے جاتا ہے۔ [51]ڈاکٹر عبدالکریم زیدان اپنی کتاب "الوجیز في أصول الفقه" میں لکھتے ہیں: "الاستحسان يخلق حالة من عدم اليقين في النظام الفقهي" [52]۔ استحسان فقہی نظام میں عدم یقینی کی حالت پیدا کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ استحسان کے عدم جواز کے حامیین کے نزدیک یہ طریقہ نصوص شرعیہ سے انحراف، بدعت و خواہشات نفسانی کے دروازے کھولنے، اور فقہی نظام میں عدم استحکام پیدا کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ شریعت کے احکام صرف قرآن و سنت اور ان سے مستنبط اصولوں ہی سے لیے جانے چاہئیں، نہ کہ انفرادی استحسان اور رائے سے۔ امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں لکھتے ہیں:

---

[47] الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، قاہرہ: مکتبۃ الحلبی، 1399ھ، ص278

[48] ابن حزم، علی بن احمد، الإحکام في أصول الأحکام، بیروت: دار الآفاق الجدیدۃ، 1421ھ، ج 2، ص145

[49] السیوطی، جلال الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1392ھ، ص189

[50] السدلان، صالح بن غانم، الاستحسان بین المؤیدین والمعارضین، ریاض: دار المرفق، 1444ھ، ص112

[51] (ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، رفع الملام عن الأئمۃ الأعلام، دمشق: دار الفکر، 1398ھ، ص67)

[52] زیدان، عبد الکریم، الوجیز في أصول الفقه، بغداد: مکتبۃ القدس، 1445ھ، ص178

"الاستحسان إذا لم يضبط بضوابط الشرع أصبح تشريعاً بالهوى" [53]۔ اگر استحسان کو شرعی ضوابط کے تحت محدود نہ کیا جائے تو یہ خواہشات کے مطابق قانون سازی بن جاتا ہے۔

**8۔ فقہ حنفی میں استحسان**

فقہ حنفی میں استحسان ایک اہم اجتہادی آلہ کے طور پر متعارف ہوا جسے امام ابو حنیفہؒ نے خاص طور پر فروغ دیا۔ امام صاحب کے نزدیک استحسان کا مطلب تھا کہ عام قیاسی اصولوں سے ہٹ کر خاص حالات میں زیادہ مناسب اور انسانی مصلحت پر مبنی فیصلہ کرنا۔ امام سرخسی اپنی کتاب "المبسوط" میں امام ابو حنیفہؒ کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الاستحسان عند أبي حنيفة: هو ترك القياس والأخذ بما هو أوفق للناس و أقرب إلى المصلحة" [54]۔ ابو حنیفہ کے نزدیک استحسان وہ ہے جب قیاس چھوڑ کر اس بات کو اپنایا جائے جو لوگوں کے لیے زیادہ رحمدلانہ اور مصلحت کے قریب تر ہو۔ امام صاحب کا یہ نقطہ نظر درحقیقت شریعت کے مقاصد اور مصالح مرسلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی استنباط میں لچک پیدا کرتا تھا۔ وہ نصوص کی ظاہری تشریح کے بجائے ان کے مقاصد اور روح کو سامنے رکھتے تھے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم حنفی اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: "كان الإمام أبو حنيفة يقدم الاستحسان على القياس عندما تكون هناك مصلحة راجحة" [55]۔ امام ابو حنیفہ استحسان کو قیاس پر فوقیت دیتے تھے جب کوئی عمدہ مصلحت مقتدر ہو۔ فقہ حنفی میں استحسان کے دلائل اور مثالیں بہت وافر ہیں۔ ایک مشہور مثال وضو کے دوران پانی کے ضیاع سے متعلق ہے جہاں عام قیاس یہ کہتا ہے کہ پانی کا ضیاع ناجائز ہے، لیکن استحسان کے اصول پر امام ابو حنیفہؒ نے دریا کے کنارے وضو میں پانی کے استعمال کو جائز قرار دیا۔ اسی طرح بیع سلم (advance payment for goods) میں عام اصول کے مطابق جہالت کی وجہ سے ممنوع ہونا چاہیے، لیکن استحسان کے تحت اسے عرف و عادت کی بنیاد پر جائز قرار دیا گیا۔ امام کرخی حنفی اپنی کتاب "أصول الكرخي" میں استحسان کی ایک اور مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "الاستحسان في مسألة المضاربة: إجازة ربح مال المضاربة مع وجود المخاطرة" [56]۔ "مضاربہ کے مسئلے میں استحسان: مخاطرہ کے باوجود مضاربہ کے منافع کو جائز قرار دینا"۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ استحسان کے ذریعے فقہ حنفی نے عملی زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

استحسان کے ناقدین خاص طور پر امام شافعیؒ اور دیگر اہل حدیث علماء نے اس پر اعتراضات کیے ہیں۔ امام شافعیؒ کا مشہور قول ہے: "من استحسن فقد شرع" (جس نے استحسان کیا اس نے شریعت بنائی)۔ ان کا خیال تھا کہ استحسان ذاتی رائے اور خواہشات کے دروازے کھول دیتا ہے، جس سے شریعت کے مقررہ اصول متاثر ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ، جو شافعی المذہب تھے، اپنی کتاب "المستصفی" میں لکھتے ہیں: "الاستحسان قد يؤدي إلى اتباع الهوى والابتداع في الدين" [57]۔ "استحسان خواہ مخواہ خواہشات کی پیروی اور دین میں بدعت کا سبب بن سکتا ہے۔" ان اعتراضات کے جواب میں حنفی علماء نے واضح کیا کہ استحسان محض ذاتی رائے نہیں بلکہ شرعی دلائل (نصوص، اجماع،

---

[53] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاہرہ: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1377ھ، ج3، ص201

[54] السرخسی، شمس الأئمۃ، المبسوط، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1382ھ، ج10، ص145

[55] ابن نجیم، زین الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1367ھ، ص167

[56] الکرخی، أبو الحسن، أصول الکرخي، حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، 1398ھ، ص78

[57] الغزالی، ابو حامد، المستصفی، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1402ھ، ج2، ص123

مصالح) کی روشنی میں ہوتا ہے۔ امام ابن عابدین شامی اپنی کتاب "حاشیۃ ابن عابدین" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عندنا ليس هو الهوى، بل هو دليل شرعي معتبر"** [58]۔ "ہمارے یہاں استحسان خواہشات نہیں بلکہ ایک معتبر شرعی دلیل ہے۔"

خلاصہ یہ کہ فقہ حنفی میں استحسان ایک اہم اجتہادی آلہ ہے جسے امام ابو حنیفہؒ نے خاص طور پر پروان چڑھایا۔ یہ قیاس عام سے ہٹ کر مصلحت اور انسانی آسانی کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اگرچہ اس پر بعض اعتراضات کیے گئے، لیکن حنفی علماء نے واضح کیا کہ استحسان محض ذاتی رائے نہیں بلکہ شرعی دلائل کی روشنی میں ہوتا ہے۔ امام سمرقندی حنفی اپنی کتاب "میزان الأصول" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان: العدول بحكم المسألة عن نظائرها إلى خلافها لوجه أقوى ومصلحة أرجح"** [59]۔ "الاستحسان: معاملہ کے حکم کو اس کے مشابہات سے ہٹا کر مضبوط وجہ اور زیادہ ترجیحی مصلحت کی بنا پر مخالف حکم اپنانا۔" استحسان کے ذریعے فقہ حنفی نے شریعت کو زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

### 9۔ فقہ مالکی میں استحسان

فقہ مالکی میں استحسان کو ایک خاص مقام حاصل ہے، تاہم مالکی فقہاء اسے حنفیہ کے مقابلے میں مختلف انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک استحسان درحقیقت مصلحت مرسلہ کا ایک درجہ رکھتا ہے جس میں عرف و عادت اور شرعی مقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ امام قرافی مالکی اپنی کتاب "الفروق" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عند المالكية: هو الأخذ بالمصلحة المرسلة عند تعارض الأدلة"** [60]۔ "مالکیہ میں استحسان وہ ہے جس میں دلائل کے تصادم کی صورت میں بغیر نص واضح کے مصلحۃ مرسلۃ (قابل قبول مصلحت) کو اختیار کیا جائے۔" مالکی فقہاء استحسان کو ایک مستقل ماخذ کے بجائے مصلحت مرسلہ کی ایک شکل سمجھتے ہیں، جس میں انسانی مفاد اور شرعی مقاصد کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الاستحسان في المذهب المالكي هو تقديم المصلحة على القياس عند التعارض"** [61]۔ "مالکی مذہب میں استحسان کا مطلب تعارض کی صورت میں قیاس پر مصلحۃ کو ترجیح دینا ہے۔"

مالکیہ کے ہاں استحسان کا عرف و مصلحت سے گہرا تعلق ہے۔ عرف و عادت کو مالکی فقہ میں خاص اہمیت حاصل ہے، اور استحسان اکثر اوقات عرفی مصلحتوں کی بنیاد پر ہی استعمال ہوتا ہے۔ امام ابن عابدین شامی اپنی کتاب "حاشیۃ ابن عابدین" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عند المالكية غالباً ما يكون مبنيًا على العرف والمصلحة"** [62]۔ "مالکیہ میں استحسان عموماً عرف اور مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔" مالکی فقہاء کے نزدیک عرف و عادت کی بنیاد پر استحسان کرنا درحقیقت شریعت کے مقاصد کی تکمیل ہے، کیونکہ شریعت کا بنیادی مقصد انسانوں کے لیے

---

[58] ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ ابن عابدین، بیروت: دار الفکر، 1415ھ، ج1، ص89

[59] السمرقندی، علاء الدین، میزان الأصول، کراچی: مکتبۃ البشری، 1402ھ، ص234

[60] القرافی، شہاب الدین، الفروق، بیروت: عالم الکتب، 1392ھ، ج2، ص178

[61] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاہرہ: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1377ھ، ج3، ص156

[62] ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ ابن عابدین، بیروت: دار الفکر، 1415ھ، ج1، ص89

آسانی اور سہولت پیدا کرنا ہے۔ امام سیوطی اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: **"العرف والعادة من أهم أسس الاستحسان في المذهب المالكي"** [63]۔ "عرف اور رواج مالکیہ مذہب میں استحسان کے اہم ترین اصولوں میں سے ہیں۔"

فقہ مالکی میں استحسان کی عملی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ ایک مشہور مثال وصیت میں ہے، جہاں عام قواعد کے برعکس بعض حالات میں وصیت کو واجب العمل قرار دیا جاتا ہے۔ امام ابن رشد اپنی کتاب "بدایۃ المجتہد" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان في الوصية: جعلها لازمة في بعض الأحوال مراعاة للمصلحة"** [64]۔ "الاستحسان وصیت میں: بعض حالات میں مصلحت کی رعایت کرتے ہوئے اسے لازم قرار دینا۔" اسی طرح بیع عربان (advance payment) میں عام اصول کے مطابق یہ ناجائز ہونا چاہیے، لیکن استحسان کے اصول پر مالکی فقہاء نے اسے عرف کی بنیاد پر جائز قرار دیا۔ امام دردر اپنی کتاب "الشرح الکبیر" میں لکھتے ہیں: **"إجازة بيع العربان بالاستحسان مراعاة للعرف والمصلحة"** [65]۔ "عربون کی فروخت کی اجازت استحسان (حسن ظن) کی بنیاد پر دی جاتی ہے، جو عرف اور مصلحت کا خیال رکھتی ہے۔" ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالکی فقہ میں استحسان کا استعمال عرف و مصلحت کی بنیاد پر ہوتا ہے، جو فقہی نظام میں لچک پیدا کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ فقہ مالکی میں استحسان کو مصلحت مرسلہ اور عرف و عادت کے تناظر میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ حنفیہ کے برعکس ایک مستقل ماخذ کے بجائے شرعی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ امام قرافی اپنی کتاب "أنوار البروق" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان في المذهب المالكي هو تحقيق مقاصد الشريعة من خلال المصلحة والعرف"** [66]۔ مالکی فقہ میں استحسان کا مطلب شریعت کے مقاصد کو مصلحت اور عرف کے ذریعے حاصل کرنا ہے۔

اس طرح فقہ مالکی میں استحسان کا تصور درحقیقت شریعت کے بنیادی مقاصد کی عکاسی کرتا ہے، جو انسانی مصلحت اور آسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہی استنباط میں وسعت پیدا کرتا ہے۔

### 10۔ فقہ شافعی میں استحسان

فقہ شافعی میں استحسان کو ایک مستقل شرعی دلیل کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ کا استحسان کے بارے میں موقف نہایت واضح اور سخت تھا۔ وہ استحسان کو ذاتی رائے اور خواہشات پر مبنی سمجھتے تھے، جسے وہ شریعت میں داخل ہونے کا راستہ نہیں سمجھتے تھے۔ امام شافعیؒ اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھتے ہیں: **"من استحسن فقد شرع"** [67]۔ "جو چیز کسی نے پسند کی وہ شرعی طور پر جائز سمجھ لی گئی۔" ان کا یہ قول استحسان کے بارے میں ان کے منفی موقف کی واضح عکاسی کرتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شریعت کے احکام صرف قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے مستنبط ہونے چاہئیں، نہ کہ استحسان جیسی ذاتی آراء سے۔ امام نووی شافعی اپنی کتاب "المجموع" میں امام شافعیؒ کے موقف کی وضاحت

---

[63] السیوطی، جلال الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1392ھ، ص 189

[64] ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد، قاہرہ: دار الحدیث، 1402ھ، ج 2، ص 123

[65] الدردیر، أحمد بن محمد، الشرح الکبیر، بیروت: دار الفکر، 1440ھ، ص 167

[66] القرافی، شہاب الدین، أنوار البروق، قاہرہ: دار السلام، 1442ھ، ص 145

[67] الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، قاہرہ: مکتبۃ الحلبی، 1399ھ، ص 278

کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**الإمام الشافعي يرفض الاستحسان لأنه تشريع بالهوى**" [68]۔"امام شافعی استحسان کو مسترد کرتے ہیں کیونکہ وہ اسے خواہشات کی بنیاد پر شرعی حکم جاری کرنا سمجھتے ہیں۔"

امام شافعیؒ کا مشہور قول "**الاستحسان تلذذ**" (استحسان ایک قسم کی خوشی ہے) ان کے استحسان کے بارے میں منفی موقف کو مزید واضح کرتا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ استحسان درحقیقت ذاتی خواہشات اور پسندیدگی پر مبنی ہوتا ہے، جو شریعت کے objective اصولوں کے خلاف ہے۔ امام بیضاوی شافعی اپنی کتاب "منہاج الوصول" میں اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**الاستحسان تلذذ يعني اتباع الهوى والرأي الشخصي**" [69]۔ استحسان کا مطلب ہے خواہشات اور ذاتی رائے کی پیروی کرنا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک استحسان کا یہ تصور شریعت کی objectivity اور stability کے لیے خطرہ ہے، کیونکہ ہر شخص اپنی خواہشات کے مطابق احکام وضع کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد الزحیلی اپنی کتاب "أصول الفقه الإسلامي" میں لکھتے ہیں: "**قول الشافعي 'الاستحسان تلذذ' يدل على رفضه له كدليل شرعي**" [70]۔ استحسان کا مطلب ہے خواہشات اور ذاتی رائے کی پیروی کرنا۔

امام شافعیؒ استحسان کے بجائے قیاس، اجماع اور دیگر متفق علیہ اصولوں کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے نزدیک قیاس ایک objective اور مضبوط اصول ہے جس میں ذاتی خواہشات کے داخل ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔ امام غزالی شافعی اپنی کتاب "المستصفی" میں لکھتے ہیں: "**القياس عند الشافعي أقوى من الاستحسان لأنه مبني على أصول ثابتة**" [71]۔ شافعی کے نزدیک قیاس استحسان سے مضبوط ہے کیونکہ یہ ثابت اصولوں پر مبنی ہے۔ اسی طرح اجماع کو بھی امام شافعیؒ استحسان پر ترجیح دیتے تھے، کیونکہ اس میں امت کا اجتماعی اتفاق ہوتا ہے، نہ کہ انفرادی رائے۔ امام رافعی شافعی اپنی کتاب "العزیز شرح الوجیز" میں لکھتے ہیں: "الإجماع دليل قطعي يقدم على الاستحسان" [72] ان متبادل اصولوں کے ذریعے امام شافعیؒ نے فقہی استنباط کے ایسے نظام کی تشکیل کی جو subjective آراء سے پاک اور objective اصولوں پر مبنی تھا۔

خلاصہ یہ کہ فقہ شافعی میں استحسان کو ایک مستقل شرعی دلیل کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ کا اس کے بارے میں موقف نہایت سخت تھا اور وہ اسے "تشریع بالہویٰ" سمجھتے تھے۔ انہوں نے استحسان کے بجائے قیاس، اجماع اور دیگر متفق علیہ اصولوں کو ترجیح دی، تاکہ فقہی استنباط subjective آراء سے محفوظ رہے۔ امام سیوطی شافعی اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: "**مذهب الشافعي رفض الاستحسان والأخذ بالأدلة القطعية**" [73] اس طرح فقہ شافعی میں استحسان کے بارے میں یہ سخت موقف درحقیقت شریعت کی purity اور stability کو برقرار رکھنے کے مقصد سے اختیار کیا گیا تھا۔

---

[68] النووی، یحییٰ بن شرف، المجموع، دمشق: دار الفکر، 1392ھ، ج1، ص145

[69] البیضاوی، عبداللہ بن عمر، منہاج الوصول، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1410ھ، ص189

[70] الزحیلی، محمد، أصول الفقه الإسلامي، دمشق: دار الفکر، 1442ھ، ص234

[71] الغزالی، ابو حامد، المستصفی، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1402ھ، ج2، ص167

[72] الرافعی، عبدالکریم بن محمد، العزیز شرح الوجیز، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1420ھ، ص123

[73] السیوطی، جلال الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1392ھ، ص178

### 11۔فقہ حنبلی میں استحسان

فقہ حنبلی میں استحسان کی حیثیت دیگر فقہی مذاہب کے مقابلے میں انتہائی محتاط اور محدود ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ شرعی احکام کے استنباط کے لیے قرآن و سنت کی نصوص، صحابہ کے فتاویٰ، اور اثرات کو اولیت حاصل ہونی چاہیے۔ آپ استحسان کو ایک مستقل شرعی دلیل کے طور پر تسلیم کرنے کے قائل نہیں تھے، بلکہ اسے ذاتی رائے اور قیاس پر مبنی سمجھتے تھے۔ امام ابن قیم جوزیہ اپنی کتاب "إعلام الموقعین" میں امام احمد بن حنبلؒ کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الإمام أحمد لا يعتبر الاستحسان دليلاً شرعياً مستقلاً، بل يقدم النصوص والأثار عليه"** [74] ۔امام احمد استحسان کو ایک خود مختار شرعی دلیل نہیں سمجھتے، بلکہ وہ نصوص اور آثار کو استحسان پر ترجیح دیتے ہیں۔امام احمدؒ کے نزدیک استحسان کا استعمال صرف اسی صورت میں جائز تھا جب کوئی واضح نص موجود نہ ہو، اور وہ بھی دیگر ثانوی دلائل کی عدم موجودگی میں۔ آپ کا فقہی نظام بنیادی طور پر نصوص اور آثار پر مبنی تھا، نہ کہ ذاتی آراء یا استحسان پر۔

فقہ حنبلی میں استحسان کی گنجائش انتہائی محدود ہے، اور یہ صرف خاص حالات میں ہی استعمال ہوتا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کے فقہی اصولوں میں استحسان کو کوئی مستقل حیثیت حاصل نہیں ہے، بلکہ یہ محض ایک اضطراری صورت حال میں اختیار کی جانے والی چھوٹ ہے۔امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عند الإمام أحمد لا يكون إلا في حالات الضرورة القصوى، وبشروط مضبوطة"** [75] ۔امام احمد کے نزدیک استحسان صرف انتہائی ضروری حالات میں اور مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہوتا ہے۔

فقہ حنبلی میں استحسان کی یہ محدود گنجائش درحقیقت شریعت کے بنیادی مصادر کی حفاظت اور ان سے عدم انحراف کی عکاس ہے۔امام ذہبیؒ اپنی کتاب "سیر أعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں: **"المذهب الحنبلي يتحاشى الاستحسان إلا في أضيق الحدود"** [76]۔ حنبلی مذہب استحسان سے بچتا ہے سوائے بہت محدود حالات کے۔

فقہ حنبلی میں استحسان کے دلائل اور نظائر دیگر مذاہب کے مقابلے میں کم ہیں، تاہم بعض خاص موارد میں اس کا استعمال ملتا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں استحسان کی بجائے حدیث ضعیف اور مرسلہ کو ترجیح دی جاتی ہے، جیسا کہ امام ابن نجیم حنفی اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: **"الإمام أحمد يقدم الحديث الضعيف على الاستحسان والقياس"** [77]۔ امام احمد ضعف حدیث کو استحسان اور قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ فقہ حنبلی میں استحسان کی ایک مثال نماز کے دوران بے ہوشی کے مسئلے میں ملتی ہے، جہاں عام اصولوں کے برعکس طویل بے ہوشی کی صورت میں نمازوں کی قضا لازم نہیں ہوتی۔ امام مروزی حنبلی اپنی کتاب "الوجیز في فقه الإمام أحمد" میں لکھتے ہیں: **"الإغماء الطويل لا يوجب قضاء الصلوات استحساناً للحاجة"** [78]۔طویل غشی (مدت بھولپن) کی وجہ سے نمازیں قضا کرنا استحساناً، یعنی ضرورت کے تحت فرض نہیں ہوتا۔ یہ مثال درحقیقت انسانی مصلحت اور آسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے استحسان کے محدود استعمال کی عکاسی کرتی ہے۔

---

[74] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، إعلام الموقعین، قاہرہ: دار الحدیث، 1390ھ، ج2، ص189

[75] ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، رفع الملام عن الأئمة الأعلام، دمشق: دار الفکر، 1398ھ، ص67

[76] الذہبی، شمس الدین، سیر أعلام النبلاء، بیروت: دار الکتب العلمیة، 1421ھ، ج11، ص234

[77] ابن نجیم، زین الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیة، 1367ھ، ص167

[78] المروزی، أبو بکر، الوجیز في فقه الإمام أحمد، ریاض: دار المکنز، 1440ھ، ص123

خلاصہ یہ کہ فقہ حنبلی میں استحسان کی حیثیت دیگر فقہی مذاہب کے مقابلے میں انتہائی محدود اور محتاط ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ شرعی احکام کے استنباط میں نصوص اور آثار کو اولیت حاصل ہونی چاہیے، اور استحسان محض ایک اضطراری صورت حال میں ہی استعمال ہونا چاہیے۔ امام سیوطیؒ اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" لکھتے ہیں: **"المذهب الحنبلي يتحاشى الاستحسان ويقدم عليه الحديث الضعيف والمرسل"** [79]۔ حنبلی مذہب استحسان سے بچتا ہے اور اس پر ضعیف اور مرسل احادیث کو ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح فقہ حنبلی میں استحسان کا تصور درحقیقت شریعت کے بنیادی مصادر کی حفاظت اور ان سے عدم انحراف کی عکاسی کرتا ہے۔

**12۔ استحسان پر جمہور فقہاء کا اتفاق واختلاف**

استحسان کے بارے میں جمہور فقہاء کے درمیان متفقہ پہلو یہ ہے کہ یہ ایک اجتہادی آلہ کے طور پر شرعی احکام کے استنباط میں معاون ہے، تاہم اس کی تعریف، دائرہ کار اور شرائط پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ امام سرخسی اپنی کتاب "المبسوط" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عند الجمهور هو العدول عن حكم إلى حكم آخر لوجه أقوى"** [80]۔ اکثریت علماء کے نزدیک استحسان کا مطلب ہے پہلے حکم کو چھوڑ کر کسی اور حکم کی طرف رجوع کرنا اس لیے کہ اس کا کوئی مضبوط دلیل یا وجہ ہو۔ حنفی اور مالکی فقہاء استحسان کو ایک مستقل شرعی دلیل مانتے ہیں، جبکہ شافعی اور حنبلی فقہاء اسے محدود CONDITIONS میں قبول کرتے ہیں۔ امام غزالی اپنی کتاب "المستصفی" میں جمہور کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الاستحسان عند الجمهور هو الأخذ بالمصلحة المرسلة عند تعارض الأدلة"** [81]۔ اکثریت علماء کے نزدیک استحسان کا مطلب ہے جب دلائل آپس میں متصادم ہوں تو مصلحت (مصلحۃ مرسلۃ) کو اختیار کرنا۔ تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ استحسان محض ذاتی رائے یا خواہشات پر مبنی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس کی بنیاد شرعی دلائل پر ہونی چاہیے۔

استحسان کے مختلف فیہ مسائل میں سب سے اہم اس کی تعریف اور دائرہ کار ہے۔ حنفیہ کے نزدیک استحسان قیاس عام سے ہٹ کر مصلحت کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ہے، جبکہ شافعیہ اسے "تشریع بالہویٰ" سمجھتے ہیں۔ امام شافعی اپنی کتاب "الرسالۃ" میں استحسان پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"من استحسن فقد شرع"**[82]۔ جو شخص استحسان کرتا ہے، اس نے شرعاً حکم کیا۔ حنبلی فقہاء استحسان کو انتہائی محدود CONDITIONS میں قبول کرتے ہیں، اور اس کی بجائے نصوص و آثار کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "رفع الملام عن الأئمۃ الأعلام" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عند الحنابلة لا يكون إلا في حالات الضرورة القصوى"** [83]۔ حنابلہ مذہب میں استحسان صرف انتہائی ضروری حالات میں ہی جائز ہوتا ہے۔ مالکیہ استحسان کو مصلحت مرسلہ کی ایک شکل سمجھتے ہیں، جیسا کہ امام قرافی اپنی کتاب "الفروق" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عند المالكية هو تقديم المصلحة على القياس"** [84]۔ مالکی مکتبہ فکر میں استحسان کا مطلب مصلحت کو قیاس پر ترجیح دینا ہے۔

---

[79] السیوطی، جلال الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1392ھ، ص178

[80] السرخسی، شمس الأئمۃ، المبسوط، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1382ھ، ج10، ص145

[81] الغزالی، ابو حامد، المستصفی، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1402ھ، ج2، ص178

[82] الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، قاہرہ: مکتبۃ الحلبی، 1399ھ، ص278

[83] ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، رفع الملام عن الأئمۃ الأعلام، دمشق: دار الفکر، 1398ھ، ص67

[84] القرافی، شہاب الدین، الفروق، بیروت: عالم الکتب، 1392ھ، ج2، ص189

استحسان پر فقہاء کے اختلافات کے اثرات و نتائج فقہی نظام پر گہرے مرتب ہوئے ہیں۔ ہر مکتب فکر نے اپنے اصولوں کے مطابق استحسان کو مختلف انداز میں برتا ہے۔ حنفی فقہ میں استحسان کے ذریعے فقہی نظام میں لچک پیدا ہوئی ہے اور جدید مسائل کے حل کے لیے راہ ہموار ہوئی ہے۔ امام ابن نجیم اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان أدى إلى مرونة النظام الفقهي الحنفي"**[85]۔ استحسان نے حنفی فقہی نظام کو نرمی اور لچک عطا کی۔ شافعی اور حنبلی فقہ میں استحسان کی محدود قبولیت نے فقہی احتیاط کو فروغ دیا ہے، لیکن ساتھ ہی بعض جدید مسائل کے حل میں دشواریاں بھی پیدا کی ہیں۔ امام نووی اپنی کتاب "المجموع" میں لکھتے ہیں: **"رفض الاستحسان أدى إلى التحفظ الفقهي ولكن قد يؤدي إلى صعوبة حل بعض المستجدات"** [86]۔ استحسان کی مخالفت نے فقہی احتیاط کو بڑھایا، لیکن اس سے بعض جدید مسائل کے حل میں مشکل بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ ان اختلافات کے باوجود، تمام مذاہب کا مشترکہ مقصد شریعت کے بنیادی اصولوں کی حفاظت اور انسانی مصلحت کا تحفظ ہے۔ ڈاکٹر محمد الزحیلی اپنی کتاب "أصول الفقه الإسلامي" میں لکھتے ہیں: **"الخلاف في الاستحسان لا يمنع من تحقيق مقاصد الشريعة"** [87]۔ استحسان میں اختلاف شریعت کے مقاصد کے حصول میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ خلاصہ یہ کہ استحسان پر جمہور فقہاء کے اتفاق و اختلاف نے فقہ اسلامی کو ایک متوازن اور ہمہ گیر شکل دی ہے۔ ہر مکتب فکر نے اپنے اصولوں کے مطابق استحسان کو برتا ہے، جس سے فقہی نظام میں تنوع اور وسعت پیدا ہوئی ہے۔ امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں لکھتے ہیں: **"الاختلاف في الاستحسان أدى إلى إثراء النظام الفقهي"** [88]۔ استحسان میں اختلاف نے فقہی نظام کو وسعت اور غنا عطا کیا۔ استحسان کے بارے میں یہ اختلافات درحقیقت فقہی دولت ہیں، جو امت کو مختلف پہلوؤں سے شرعی احکام تک رسائی فراہم کرتے ہیں۔

**13۔ استحسان اور قیاس کا تقابل**

استحسان اور قیاس کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ قیاس ایک عام اصول پر مبنی ہوتا ہے جبکہ استحسان خاص حالات میں مصلحت اور انسانی آسانی کو مدنظر رکھتا ہے۔ قیاس میں دو واقعات کے درمیان علت کی مماثلت کی بنیاد پر حکم لگایا جاتا ہے، جبکہ استحسان میں عام قیاسی اصول سے ہٹ کر زیادہ مناسب فیصلہ کیا جاتا ہے۔ امام سرخسی اپنی کتاب "المبسوط" میں اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"القياس إلحاق فرع بأصل في الحكم لعلة جامعة بينهما، والاستحسان عدول عن ذلك القياس لمعنى أقوى"**[89]۔ قیاس کا مطلب ہے کسی حکم میں شاخ (فرع) کو اصل کے ساتھ جوڑنا ایسی علۃ کے سبب جو دونوں میں مشترک ہو، جبکہ استحسان اس قیاس سے رجوع کرنا ہے کیونکہ کوئی مضبوط دلیل یا معنی موجود ہو۔ قیاس ایک منطقی اور systematic طریقہ کار ہے، جبکہ استحسان میں مجتہد کی ذاتی بصیرت اور فقہی فراست کو دخل ہوتا ہے۔ امام غزالی اپنی کتاب "المستصفی" میں لکھتے ہیں: **"القياس يقوم على العلل الظاهرة، بينما الاستحسان يعتمد على المصالح الخفية"**[90] قیاس ظاہری علل (وجوہات) پر مبنی ہوتا ہے، جبکہ استحسان خفیہ مفادات (مصلحتوں) پر انحصار کرتا ہے۔

---

[85] ابن نجیم، زین الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1367ھ، ص 167

[86] النووی، یحییٰ بن شرف، المجموع، دمشق: دار الفکر، 1392ھ، ج 1، ص 201

[87] الزحیلی، محمد، أصول الفقه الإسلامي، دمشق: دار الفکر، 1442ھ، ص 234

[88] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاہرہ: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1377ھ، ج 3، ص 156

[89] السرخسی، شمس الأئمۃ، المبسوط، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1382ھ، ج 10، ص 145

[90] الغزالی، ابو حامد، المستصفی، قاہرہ: المطبعۃ الامیریۃ، 1402ھ، ج 2، ص 178

قیاس پر استحسان کی برتری خاص حالات میں تسلیم کی گئی ہے، جہاں قیاس عام انسانی مصلحت یا آسانی کے خلاف ہو۔ فقہ حنفی میں استحسان کو قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے جب وہ زیادہ مناسب اور مفید ہو۔ امام کرخی حنفی اپنی کتاب "أصول الکرخي" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان تارة يكون أقوى من القياس، فيقدم عليه لمصلحة راجحة"** [91]۔ کبھی استحسان قیاس سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے، اس لیے اسے ترجیح دی جاتی ہے جب کوئی قوی مصلحت موجود ہو۔ استحسان کی برتری کی وجہ یہ ہے کہ یہ شریعت کے بنیادی مقاصد یعنی انسانی مصلحت اور آسانی کو قیاس عام پر ترجیح دیتا ہے۔ امام ابن نجیم اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: **"يقدم الاستحسان على القياس عندما يكون أرفق بالناس و أقرب إلى تحقيق المقاصد"** [92]۔ استحسان کو قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے جب وہ لوگوں کے لیے زیادہ آسان اور مقاصد شریعت کے قریب تر ہو۔ استحسان کے ذریعے فقہی نظام میں لچک پیدا ہوتی ہے اور یہ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق ڈھل سکتا ہے۔

استحسان پر ناقدین کے اعتراضات میں سب سے اہم یہ ہے کہ یہ ذاتی رائے اور خواہشات پر مبنی ہو سکتا ہے۔ امام شافعی، جو استحسان کے سخت ناقد تھے، اپنی کتاب "الرسالة" میں لکھتے ہیں: **"من استحسن فقد شرع"** [93]۔ جو شخص کسی چیز کو اچھی اور مستحسن سمجھتا ہے، اس نے شرعی طور پر کوئی حکم جاری کیا۔ ان کا خیال تھا کہ استحسان subjective ہوتا ہے اور ہر شخص اپنی من مانی تفسیر کر سکتا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ استحسان فقہی عدم استحکام کا باعث بن سکتا ہے، جیسا کہ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان يؤدي إلى اختلاف الأحكام وعدم الثبات"** [94]۔ استحسان سے احکامات میں اختلاف اور استحکام کی کمی ہوتی ہے۔ ان اعتراضات کے جواب میں حنفی علماء کا کہنا ہے کہ استحسان محض ذاتی رائے نہیں بلکہ شرعی دلائل کی روشنی میں ہوتا ہے۔ امام ابن عابدین شامی اپنی کتاب "حاشیۃ ابن عابدین" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان عندنا ليس هو الهوى، بل هو دليل شرعي معتبر"** [95]۔ ہمارے ہاں استحسان خواہش نہیں بلکہ ایک معتبر شرعی دلیل ہے۔

خلاصہ یہ کہ استحسان اور قیاس دونوں فقہ اسلامی کے اہم اجتہادی آلے ہیں، جن کے درمیان بنیادی فرق ہے۔ استحسان کی قیاس پر برتری خاص حالات میں مصلحت اور آسانی کی بنیاد پر تسلیم کی گئی ہے، اگرچہ اس پر بعض اعتراضات بھی کیے گئے ہیں۔ امام سمرقندی حنفی اپنی کتاب "میزان الأصول" میں لکھتے ہیں: **"الاستحسان والقياس كلاهما من أدلة الشرع، ولكل منهما مواضع استعمال"** [96]۔ استحسان اور قیاس دونوں شرعی دلائل میں سے ہیں، اور دونوں کے استعمال کے مخصوص مواقع ہیں۔ دونوں کے درمیان مناسب توازن برقرار رکھنا فقہی اجتہاد کی کامیابی کی کلید ہے۔

---

[91] الکرخی، أبو الحسن، أصول الکرخي، حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، 1398ھ، ص78

[92] ابن نجیم، زین الدین، الأشباہ والنظائر، قاہرہ: دار الکتب العلمیۃ، 1367ھ، ص167

[93] الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، قاہرہ: مکتبۃ الحلبی، 1399ھ، ص278

[94] ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، رفع الملام عن الأئمۃ الأعلام، دمشق: دار الفکر، 1398ھ، ص67

[95] ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ ابن عابدین، بیروت: دار الفکر، 1415ھ، ج1، ص89

[96] السمرقندی، علاء الدین، میزان الأصول، کراچی: مکتبۃ البشری، 1402ھ، ص234

**14۔استحسان کی عصری معنویت**

استحسان کی عصری معنویت جدید فقہی مسائل کے حل میں اس کے کردار سے واضح ہوتی ہے۔ جدید دور میں پیش آمدہ مسائل جن کے بارے میں قرآن وسنت میں صریح نصوص موجود نہیں ہیں، ان میں استحسان ایک اہم اجتہادی آلہ کے طور پر کام آتا ہے۔ امام سرخسی اپنی کتاب "المبسوط" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان هو الأخذ بما هو أوفق للناس في العصر**" [97] جدید فقہی مسائل جیسے انسانی کلوننگ، مصنوعی ذہانت، اور جینیٹک انجینئرنگ وغیرہ میں استحسان کے ذریعے ایسے احکام وضع کیے جاسکتے ہیں جو انسانی مصلحت اور شرعی مقاصد کے عین مطابق ہوں۔ ڈاکٹر محمد بن إبراهيم السدحان اپنی کتاب "الاستحسان وتطبيقاته المعاصرة" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان يمثل جسراً بين النصوص الشرعية ومستجدات العصر**" [98] ۔ استحسان شرعی نصوص اور زمانہ کی نئی صورتحال کے درمیان ایک پل کا کام دیتا ہے۔ استحسان کا یہ کردار فقہ اسلامی کو زمانے کے ساتھ چلنے کے قابل بناتا ہے اور اسے جامد ہونے سے بچاتا ہے۔

مالیاتی اور معاشرتی معاملات میں استحسان کے اطلاق کی بڑی گنجائش موجود ہے۔ جدید مالیاتی لین دین، بینکاری نظام، اور معاشی معاملات میں استحسان کے ذریعے شرعی حل پیش کیے جاسکتے ہیں۔ امام کرخی حنفی اپنی کتاب "أصول الكرخي" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان في المعاملات المالية يقوم على تحقيق المصالح ودرء المفاسد**" [99] ۔ مالی معاملات میں استحسان مصالح کے حصول اور مفاسد کے دفع پر مبنی ہے۔ اسلامی بینکاری، ٹیکافنانس، اور جدید معاشی مسائل میں استحسان کا اطلاق درحقیقت شریعت کے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔ ڈاکٹر علی محیی الدین القرہ داغی اپنی کتاب "الضوابط الشرعية للمعاملات المالية المعاصرة" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان يوفر المرونة اللازمة للتكيف مع المستجدات المالية**" [100]۔ استحسان مالی نئے حالات کے مطابق ڈھلنے کے لئے ضروری لچک فراہم کرتا ہے۔ معاشرتی معاملات میں بھی استحسان کا اطلاق سماجی مصلحت اور عرف کے مطابق ہوتا ہے، جس سے معاشرتی انصاف اور توازن قائم رہتا ہے۔

اسلامی قانون میں لچک اور وسعت پیدا کرنے میں استحسان کا کلیدی کردار ہے۔ استحسان کے ذریعے اسلامی قانون کو ایسی وسعت ملتی ہے جو اسے ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کے قابل بناتی ہے۔ امام ابن نجیم حنفی اپنی کتاب "الأشباه والنظائر" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان يوسع دائرة الفقه الإسلامي ويجعله صالحاً لكل زمان ومكان**" [101] ۔ استحسان اسلامی فقہ کے دائرہ کار کو وسیع کرتا ہے اور اسے ہر زمانے اور جگہ کے لیے قابل قبول بناتا ہے۔ جدید دور کے چیلنجز جیسے عالمگیریت، ماحولیاتی مسائل، اور انسانی حقوق کے معاملات میں استحسان اسلامی قانون کو ایک متحرک اور مربوط نظام بناتا ہے۔ ڈاکٹر عبد الستار أبو غدة اپنی کتاب "الفقه الإسلامي والتحديات المعاصرة" میں لکھتے ہیں: "**الاستحسان يجعل الشريعة الإسلامية قادرة على مواجهة التحديات المعاصرة**" [102]۔ استحسان اسلامی شریعت کو عصری چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتا ہے۔ استحسان کی یہ خوبی اسلامی قانون کو دیگر قانونی نظاموں کے مقابلے میں ممتاز بناتی ہے اور اسے ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھتی ہے۔

---

[97] السرخسی، شمس الأئمة، المبسوط، قاہرہ: المطبعة الاميرية، 1382ھ، ج10، ص145

[98] السدحان، محمد بن إبراهيم، الاستحسان وتطبيقاته المعاصرة، ریاض: دار المرفق، 1443ھ، ص156

[99] الكرخي، أبو الحسن، أصول الكرخي، حیدرآباد: دائرة المعارف العثمانية، 1398ھ، ص78

[100] القرہ داغی، علی محیی الدین، الضوابط الشرعية للمعاملات المالية المعاصرة، دوحہ: دار الثقة، 1440ھ، ص167

[101] ابن نجیم، زین الدین، الأشباه والنظائر، قاہرہ: دار الكتب العلمية، 1367ھ، ص167

[102] أبو غدة، عبد الستار، الفقه الإسلامي والتحديات المعاصرة، جدہ: دار المنهاج، 1445ھ، ص189

خلاصہ یہ کہ استحسان کی عصری معنویت اس کے جدید فقہی مسائل کے حل میں کردار، مالیاتی و معاشرتی معاملات میں اطلاق، اور اسلامی قانون میں لچک و وسعت پیدا کرنے کی صلاحیت میں پنہاں ہے۔ امام شاطبی اپنی کتاب "الموافقات" میں لکھتے ہیں: "الاستحسان یحقق مقاصد الشریعۃ فی کل عصر"[103] استحسان درحقیقت شریعت اسلامی کی ایک ایسی خوبی ہے جو اسے ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھتی ہے اور ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کے قابل بناتی ہے۔

**15۔ نتیجہ اور سفارشات**

اس تفصیلی تقابلی جائزے کے نتیجے میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء کے مابین استحسان کے جواز یا عدم جواز کا اختلاف دراصل اس کی تعریف، دائرہ کار اور شرائط کے حوالے سے بنیادی تفاوت کا نتیجہ ہے۔ فقہاء حنفیہ اور مالکیہ، جو استحسان کے واضح قائلین ہیں، کے ہاں یہ ایک منضبط فقہی اصول ہے جو کہ قیاسِ جلی، عرف عام، مصلحت، ضرورت یا نصوصِ کلیہ کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ ہرگز ذاتی خواہش یا من مانی تفسیر نہیں بلکہ دلائلِ شرعیہ میں سے کسی نہ کسی دلیل کی بنیاد پر ہوتا ہے، جیسے امام سرخسی نے "المبسوط" میں اسے "ترک قیاس واخذ بما ھو اولی" قرار دیا ہے۔ دوسری طرف، امام شافعی اور بالخصوص امام ابن حزم جیسے ظاہری فقہاء کا انکار درحقیقت استحسان کی اس شکل کو رد کرنا ہے جس کی کوئی واضح شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ ان کا موقف ہے کہ شریعت میں حلال و حرام کی بنیاد قرآن و سنت کی صریح نصوص ہیں، نہ کہ ذہنی ترجیحات۔ تاہم، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شوافع کا انکار بھی مطلق نہیں؛ وہ بھی ضرورت و مصلحت کے تحت بعض قیاسی احکام کو ترک کرتے ہیں، البتہ وہ اسے "استحسان" کی بجائے "استدلال" یا "قول بثبوت النص" کا نام دیتے ہیں۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اختلاف کی بنیاد اصطلاحی اور لفظی ہے، جہاں قائلین استحسان کو ایک مستقل ماخذ مانتے ہیں جبکہ منکرین اسے دیگر دلائل (جیسے مصلحت، عرف یا استصحاب) کے تحت ہی بیان کرتے ہیں۔ دونوں گروہوں کا بنیادی ہدف شریعت کے مقاصد کی خدمت اور عوام کے مفاد کو تحفظ فراہم کرنا ہے، البتہ راستہ اور طریقہ کار مختلف ہے۔

عصر حاضر میں، جہاں معاشرتی، معاشی اور تکنیکی مسائل نہایت پیچیدہ اور نئے ہیں، استحسان جیسے لچکدار فقہی اصول کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایسے میں ایک معتدل اور متوازن رائے ہی وہ راستہ ہے جو نہ تو شریعت کے ثابت اور ابدی اصولوں سے انحراف کرے اور نہ ہی جدید تقاضوں کے سامنے آنکھیں بند کرلے۔ معتدل رائے یہ ہے کہ استحسان کو ایک مستقل اور خود مختار ماخذِ تشریع تسلیم کرنے کی بجائے، اسے دیگر مسلمہ اصولوں جیسے "تحصیل مصلحت"، "دفع مفسدت"، "العرف" اور "قواعد فقہیہ کلیہ" (جیسے المشقۃ تجلب التیسیر، الضرورات تبیح المحظورات) کے تحت ہی استعمال کیا جائے۔ اس طرح استحسان کی بنیاد محض ذاتی رائے پر نہیں، بلکہ شریعت کے تسلیم شدہ مقاصد اور ضوابط پر استوار ہوگی۔ مثال کے طور پر، جدید بینکاری، انشورنس، یا حیاتیاتی اخلاقیات (Bioethics) کے مسائل کے حل کے لیے اگر قیاسِ موجودہ کافی نہ ہو تو معاشرے کی مصلحت، ان کے عمومی رواج (عرف) اور مشکل آسان کرنے کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے احکام اخذ کیے جاسکتے ہیں جو انسانی فلاح کے لیے نفع بخش ہوں اور شریعت کے کلی مقاصد (حفظ دین، نفس، عقل، مال، نسل) کے عین مطابق ہوں۔ یہ معتدل نقطہ نظر تشدد اور غلو سے بچتے ہوئے اجتہاد کے دروازے کو کھلا رکھتا ہے اور شریعت کو ہر دور کے لیے قابلِ تطبیق بناتا ہے۔

اس موضوع پر علمی کام کو جاری رکھنے کے لیے کئی اہم سمتیں موجود ہیں جن پر مزید تحقیق کی شدید ضرورت ہے۔ اولاً، استحسان اور جدید اصطلاح "Jurisprudential Preference" یا "Equity in Law" کے درمیان تقابلی مطالعہ کیا جائے تاکہ دونوں نظامہائے قانون کے درمیان ہم آہنگی اور اختلافات کو واضح کیا جاسکے۔ ثانیاً، فقہی treasury میں موجود استحسان کی مخصوص مثالیں) جیسے Salam اور

[103] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاہرہ: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1377ھ، ج3، ص178

Istisna کے (contracts) کا گہرائی سے تجزیہ کیا جائے تاکہ جدید معاشی مسائل کے حل کے لیے ان سے رہنمائی لی جاسکے۔ ثالثاً، مصنوعی ذہانت(Artificial Intelligence)، ڈیجیٹل کرنسیاں(Cryptocurrencies)، اور جین ایڈیٹنگ (Gene Editing) جیسے میدان میں استحسان کے اطلاق کے ممکنہ frameworks تیار کیے جائیں۔ رابعاً، مختلف مذاہب فقہیہ میں استحسان کے تحت دیے گئے احکام کا ایک ڈیٹا بیس تیار کیا جائے اور ان کے مشترکہ اصولوں کو اکٹھا کر کے ایک مربوط ضابطہ (Code) کی شکل دی جائے۔ آخر میں، یہ دیکھا جائے کہ کس طرح استحسان کو موجودہ قوانین سازی (Legislation) اور عدالتی نظائر (Judicial Precedents) میں مؤثر طریقے سے بروئے کار لایا جاسکتا ہے تاکہ عوام کے مسائل کا فوری اور شرعی حل پیش کیا جاسکے۔ ان سمتوں پر کام کر کے نہ صرف فقہی ورثے کو زندہ رکھا جاسکتا ہے بلکہ اسے عصر حاضر کی ضروریات کے مطابق ڈھالا بھی جاسکتا ہے۔

JSCRR